ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

جدید اُردو افسانے کی تنقید کا ایک معتبر نام: صبا اکرام

A Renowned personality of Modern Short Story: Saba Ikram

*ڈاکٹر محمد امجد عابد، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور
*ڈاکٹر وقار سلیم رانا، ڈیپارٹمنٹ آف سکول ایجوکیشن، سمن آباد، فیصل آباد
***ڈاکٹر قربان علی، لیکچرر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج سول لائنز، لاہور
****نائلہ اختر، ایم فل اُردو، یورنیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور

***Dr. Muhammad Amjad Abid**
Associate Professor, Department of Urdu, University of Education, Lahore
****Dr. Waqar Saleem Rana**
Department of School Education, Samanabad, Faisalabad
*****Dr. Qurban Ali**
Lecturer, Department of Urdu, Govt. Graduate Islamia College Civil Lines, Lahore
******Naila Akhtar**
M.Phil Urdu, University of Education, Lower Mall, Lahore

Abstract:

The story attracts the reader of every era and age, due to this the importance of fiction has increased with each passing era. In modern fiction, one can see the glimpse of contemporary issues. Along with Urdu fiction, its criticism has also adapted itself to the demands of the changing times. Saba Ikram is not only a fiction writer, but he has given enough space to the theoretical and practical discussions of criticism in his works. This article actually determines the place and rank of Saba Ikram in the criticism of modern Urdu fiction. While reading it, new aspects of fiction criticism knock on the windows of possibilities.

Key words: Short story, Criticism, Contemporary, Practical discussions, Saba Ikram, Rank, Determination, Possibilities, Machine age, Consumerism.

کلیدی الفاظ: افسانہ، تنقید، عصری، عملی مباحث، صبا اکرام، مقام و مرتبہ، مصمم عہد، امکانات، مشینی دور، صارفیت

صبا اکرام (۱۹۴۵ء) نے مختلف حیثیتوں سے اردو ادب میں مقام پایا ہے۔ وہ بیک وقت شاعر، کالم نگار، اور نقاد بھی ہیں۔ ان کی نظموں میں جیتی جاگتی زندگی کا منظر نامہ اور حالات و واقعات کا تجزیہ جس طرح سے موجود ہے وہ ان کے ایک اچھے نقاد ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ ان کی نظموں میں عصری صورت حال اور زندگی کے تجزیے اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ اپنے عصر سے گہرا ربط رکھتے ہیں۔ صبا اکرام نظم کی دنیا میں معروف نام ہے۔ وہ جدید نظم گو شعرا میں اپنا مقام پیدا کر چکے ہیں۔ ان کی نظمیں جیتی جاگتی کہانیاں ہیں۔ صبا اکرام کی تنقیدی کتب و مضامین میں افسانے کی تنقید زیادہ ملتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر وزیر آغا یوں رقم طراز ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

''چاہیے تو یہ تھا کہ صبا اکرام نظم گو شاعر ہونے کے حوالے سے نقد و نظر کے میدان میں بھی نظم کے جزیاتی مطالعے کی جانب ہی راغب ہوتے۔ مگر اس کی بجائے انھوں نے تنقید کے لیے افسانے کا انتخاب کیا۔ جو ایک انوکھی بات تھی۔ تاہم اس اعتبار سے یہ اقدام بالکل درست تھا کہ نظم کے تار و پود میں ہی کوئی نہ کوئی کہانی گھونگھٹ اوڑھے بیٹھی ہوتی ہے۔''۱

صبا اکرام نے نظم لکھی لیکن اس پر تنقید نہیں کی۔ تنقید کے لیے افسانے کا راستہ منتخب کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ انھوں نے افسانے کے سطحی مفہوم اور بالائی ساخت سے ایک قدم آگے اُٹھایا۔ صبا اکرام کی افسانے پر تنقید کی کتاب ''جدید افسانہ چند صورتیں'' دسمبر ۲۰۰۱ء میں فکشن گروپ آف پاکستان کراچی سے شائع ہوئی جس نے ادبی حلقے میں نہ صرف بھی پذیرائی حاصل کی اور ادبی تحقیق و تنقید میں حوالہ جاتی کتاب کا درجہ بھی حاصل کر چکی ہے۔ یہ کتاب اُنھوں نے اپنے قلم برائے امن تحریک (Pen for Peace Movement) کے ساتھیوں حسن عابدی، مظہر جمیل، مسلم شمیم اور راحت سعید کے نام کی ہے جو کہ جدید افسانے پر لکھی جانے والی ایک طرح سے معیاری کتاب ہے۔ جس میں مختلف موضوعات کے لحاظ سے افسانے پر بحث کی گئی ہے۔ جن میں ہجرت کا مسئلہ، جدید فرد کی کھوئی ہوئی پہچان، روح عصر، معاشرتی مسائل، جدید دُنیا میں فرد کا عدم تحفظ کا مسئلہ اور عصری اُردو افسانہ پر سیر حاصل بحث شامل ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

''جدید افسانہ چند صورتیں'' صبا اکرام کے محنت سے لکھے ہوئے مضامین کا مجموعہ ہے جن میں جدید افسانے کے مختلف اور نئے پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مضامین پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ صبا اکرام صاف ذہن کے مالک ہیں اور اپنی بات بخوبی کہنا جانتے ہیں۔ جدید افسانہ صبا اکرام کا عشق ہے۔ یہ مضامین لکھ کر انھوں نے نہ صرف اپنے موضوع سے انصاف کیا ہے بلکہ اس موضوع کے تعلق سے دوسروں کے لیے بھی نئے راستے کھولے ہیں۔ ان مضامین کے مطالعہ سے پڑھنے والوں کے علم، شعور اور آگہی میں اضافہ ہوتا ہے۔''۲

ان کی تحریریں اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ عصری سچائیوں سے جُڑے ہوئے ہیں۔ صبا اکرام اپنی تنقید میں فن پارے کی گہرائی میں اتر کر اس کا مختلف اطراف اور جہات سے جائزہ لیتے ہیں اور غیر جانب دار ہو کر اصل حقائق تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فن پارے کا جائزہ لیتے ہوئے وہ فن پارے کی گہرائی کو ماپنے کے ساتھ ساتھ ان ادبی رویوں اور تحریکوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جو مختلف انداز میں بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ادب پارے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

صبا اکرام کا تنقیدی رویہ مثبت انداز کا حامل ہے وہ بنیادی طور پر صداقت کے علمبردار ہیں۔ تاہم اصل بات یہ ہے کہ وہ تخلیق کار کے ساتھ ہمدردانہ رویہ رکھتے ہیں۔ بعض اوقات وہ موازنے اور مقابلے سے بھی کام لیتے ہیں اور یوں تخلیق کار کے مقام کے تعین کا مشکل فیصلہ بھی کرتے ہیں تاہم اس میں وہ اپنی روایات کا خاص خیال رکھتے ہیں اور متوازن انداز میں فن پارے کے حسن و قبح کو سامنے لاتے ہیں۔ ان کی تنقید کا ایک اہم پہلو اس کا نیا پن ہے۔ وہ اپنی تنقید کے لیے ایسے موضوعات منتخب کرتے ہیں جو اس سے پہلے ہمارے ناقدین کی نظروں میں نہیں رہے یا اگر یہ موضوعات ان کے زیر مطالعہ آئے بھی ہیں تو انھوں نے اس طرح نہیں جانچا جیسے صبا اکرام نے انھیں جانچنے کی سعی کی ہے۔ موضوعات کا یہی نیا پن ہمیں صبا اکرام کی انفرادیت کا پتہ دیتا ہے جس کی تہہ میں ان کا سماجی شعور پنہاں ہے ان کی خوبی یہ ہے کہ ایک تو انھوں نے اپنی تنقید کے لیے اپنے ہی عہد کے تخلیق کاروں کو ترجیح دی ہے دوسرا انھوں نے ان تخلیق کاروں اور ان کی تخلیقات کو اپنے عہد کی سماجیات کے تناظر میں رکھ کر دیکھا ہے۔ ان کا یہ سماجی رخ اس حد تک واضح اور نمایاں ہے کہ تخلیق کار کے ساتھ ساتھ ان کی تخلیقات بھی آئینہ ہو کر ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ زاہدہ حنا ان کی ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتی ہیں:

''صبا اکرام ادب کے ساتھ کتنے پر خلوص ہیں ان کی تحریروں کی سچائی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔''۳

صبا اکرام نے جنگی قیدی کی حیثیت سے ایک سال دس مہینے ہندوستان میں گزارے۔ زندگی کے تلخ تجربات سے گزرے یہی وجہ ہے کہ ان کی تنقید میں اُن کی زندگی کے تجربات نظر آتے ہیں۔ انھوں نے افسانے پر تنقید کرتے ہوئے افسانے کے مزاج کو ملحوظ خاطر رکھا۔ سچائی کی روش پر چلتے ہوئے انھوں نے تنقید میں کسی بناوٹ کا سہارا نہیں لیا۔ معروف شاعر اور نقاد مسلم شمیم صبا اکرام کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''میرے تجزیے کے مطابق صبا اکرام کے ہاں بناوٹ اور تصنع کسی مرحلے پر نظر نہیں آتا۔ انھوں نے جیسی زندگی گزاری ہے اس کی وجہ سے خود ایک موضوع بن گئے ہیں۔ اُن کو پڑھ کر سرشاری کا احساس ہوتا ہے۔''۴

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

صبا اکرام کی تنقید میں اس عہد کی بے یقینی اور بے اعتباری جھلکتی ہے کیونکہ صبا اکرام معاشرے پر گہری نظر رکھتے ہیں اور ادیب چونکہ عام فرد سے زیادہ حساس ہوتا ہے اور اس کی یہ حساسیت اُس کی تخلیق و تنقید سے عیاں ہوتی ہے کہ جدید عہد کا فرد جس کیفیت سے گزر رہا ہے اس کی منظر کشی صبا اکرام کے ہاں جا بجا ملتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

> ''مجموعی طور پر دیکھیں تو صبا اکرام کو ''بے یقینی'' اور ''بے اعتباری'' کے عناصر روح عصر کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔ مزید غور کریں تو اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ آج کا فرد گہرائی یعنی Depth کو افقی طور پر پھیلے ہوئے عصری تناظر سے ہم رشتہ کرنے کی دھن میں ہے اور چونکہ یہ عمل انتہائی پیچیدہ اور نازک ہے۔ لہٰذا فرد، یقین اور اعتماد کی روشنی کی بجائے خود کو بے یقینی اور بے اعتمادی کے دھندلکوں میں گھرا ہوا محسوس کرتا ہے۔''۵

فرانس سے پھیلنے والا جدید عہد اور مشینی دور آج یورپ کے بعد ہمیں مکمل طور پر اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ جس میں صارفیت زدہ معاشرہ ایسے فرد کو پروان چڑھا رہا ہے جو جذبات سے عاری ہے۔ صبا اکرام بھی جدید افسانے پر تنقید کرتے ہوئے وہی نوحہ بیان کرتا ہے جو کہ فرانس کے جدید حالات پر نوحہ کرتے ہوئے بادلیئر نے ''پیرس کا کرب'' میں بیان کیا ہے۔ کہ کس طرح فرد جدید عہد میں اپنی کھوئی ہوئی پہچان ڈھونڈ رہا ہے۔ وہ اپنی یادوں کی گڑیوں کو ماضی سے جوڑتا ہے کہ شاید اس طرح وہ اپنی کھوئی ہوئی شناخت دوبارہ بحال کر سکے لیکن اس عہد میں وہ اس کاوش میں ناکام دکھائی دیتا ہے کیونکہ مشینی عہد اُسے اس بات کی اجازت نہیں دے رہا۔ صبا اکرام کی تنقید میں اس مسئلے کو جا بجا اُجاگر کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''معاشرہ مکمل طور پر صنعتی پھیلاؤ کی زد میں نہ آچکا ہو اور اس کا رشتہ پوری طرح فطرت سے کٹ نہ گیا ہو۔ نیز وقت کے پہیوں میں ہوائی جہاز کی تیز رفتاری نہ آچکی ہو تو ایسے معاشرے میں زندگی بتدریج طے ہو رہی ہوتی ہے۔ آدمی کے تجربات کی کڑیوں میں کڑیاں ایک ایک کر کے جڑتی جاتی ہیں اور ایک زنجیر سی بنتی چلی جاتی ہے۔ یعنی زندگی میں ایک طرح کا تسلسل قائم رہتا ہے۔ جو آدمی کو اس کے ماضی سے کٹنے نہیں دیتا۔''۶

یہ تنقیدی بصیرت نہ صرف اس عہد کے افسانوں کے موضوعات کو واضح کرتی ہے بلکہ نقاد کے عصری شعور کا برملا اظہار بھی ہے۔ وہ یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ فسادات نے اردو ادب کے افسانہ نگاروں کی ذہنی، نفسیاتی اور سیاسی صورتِ حال کے پس منظر میں تخلیقات پر کس طرح کے اثرات ڈالے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا تنقیدی شعور معاشرے کی ساخت اور اس کے پس پردہ محرک کے طور پر کام کرنے والے عناصر کی نقاب کشائی کرتے ہوئے بہترین عصری شعور کا اظہاریہ بنتا ہے۔ انھوں نے موجودہ مشینی عہد میں انسانوں کے رویوں اور رجحانات کا عمیق نظری سے جائزہ لیا ہے اور دم توڑتی ہوئی انسانیت کا نوحہ بیان کیا ہے۔

صبا اکرام جب عصرِ حاضر میں مشینی دور کے انسانوں کے ذہنی رویوں کے باعث معاشرتی ٹوٹ پھوٹ اور انتشار کو دیکھتے ہیں تو وہ لرز اٹھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ہمارے لوگ ذہنی انتشار کے ہاتھوں کہیں برباد نہ ہو جائیں۔ اُنھیں اپنا ملی شیرازہ بکھرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہ اُن کا عصری شعور ہی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ ہمارا ادب مشینی عہد کے ستم سے باہر نکل آئے۔ اسی باعث اُن کی تنقیدات میں استحصالی طبقے کے خلاف علمی انداز میں شعور اجاگر کرنے کی کوشش نظر آتی ہے۔ پاکستان جس طرح تاریخ عالم کے ایک بڑے معجزے کی صورت میں دنیا کے نقشے پر ابھرا تھا اسی طرح اس کا دولخت ہو جانا بھی عالم اسلام کے لیے ایک بہت بڑا حادثہ ہے۔ اس حادثے کے پس پردہ عوامل میں ایک بڑا عامل اہلِ سیاست کی منافقت اور ہوسِ اقتدار بھی ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد سب سے بڑا المیہ یہ ہوا کہ محسنین پاکستان کی بجائے نااہل سیاست دان کرسیٔ اقتدار پر براجمان ہو گئے جنھوں نے مقاصدِ پاکستان کو دھن، دھونس اور دھاندلی کے زور پر پس پشت ڈال دیا۔ یہ ظالم جاگیر دار، وڈیرے، سمگلر اور صنعت کار ابھی تک پیر تسمہ پا کی طرح قوم کی گردن پر سوار ہیں۔

۱۹۷۱ء کو ہمارے ملک کا دولخت ہونا ہماری تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے۔ ہر ادیب کی طرح صبا اکرام کی تنقید بھی اُس دردمندی سے عبارت ہے۔ اُن کے نزدیک مقاصدِ پاکستان کو جس طرح پسِ پشت ڈال کر دھونس، دھاندلی اور اقتدار پر غاصبانہ قبضہ کر کے جس کمینے پن کا اظہار کیا گیا تھا وہ قوم کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی تھا۔ اُن کے نزدیک وہی سیاستدان اور اُن کی حقیقی و معنوی اولادیں آج بھی پاکستان کے مستقبل سے گھناؤنا کھیل کھیل رہی ہیں۔ کاش ہم اُن کے مکروہ ارادوں اور عزائم کو جان لیں۔ صبا اکرام

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

کی عبقری نگاہ اس نکتے کی وضاحت کرتی ہے اور ہوسِ اقتدار کے حامل ان سیاستدانوں کی منافقانہ رویوں سے ہمیں آگاہ کرتی ہے۔ان کی تحاریر میں ہم ان کی ملی سوچوں کی آئینہ داری بھی دیکھتے ہیں اور بطور ایک محبِّ وطن ان کی وطن سے گہری وابستگی کو بھی ملاحظہ کرتے ہیں۔وہ بلاشبہ اس دھرتی کو شاداں وفرحاں دیکھنے کے تمنائی ہیں۔

صبا اکرام ایک حساس تخلیق کار اور نقاد کی حیثیت سے اپنے گرد وپیش کے معاملات اور مسائل کو دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح ہمارا یہ معاشرہ جنت بداماں بن جائے۔اس تناظر میں وہ ایک استاد کی طرح اس قوم کو تعمیر وترقی کا درس دیتے ہیں اور اس کی اصلاح کے لیے اپنے عزمِ صمیم کا اظہار بھی کرتے ہیں۔اس ضمن میں جو مسائل یا تنازعات اس راہ میں رکاوٹ کا باعث بن سکتے ہیں ان کی نہ صرف نشاندہی کرتے ہیں بلکہ عصری شعور کی روشنی میں وہ اس کا حل بھی سوچتے ہیں۔

صبا اکرام جدید عہد کے ساتھ ساتھ روایت سے بھی جڑے ہوئے ہیں۔ان کے خیال میں جب یورپ کو جدیدیت نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس کے بعد یہ جدیدیت اردو افسانے میں در آئی۔دیہات کے لوگوں نے شہروں کا رخ کیا۔خاندان کا نظام پاش پاش ہو گیا۔زندگی میں اس قدر تیزی آئی کہ بتدریج طے ہوتی ہوئی زندگی کی رفتار میں مشینی تیز رفتاری آتی گئی اور زندگی اعتدال کی بجائے جستوں میں سفر طے کرنے لگی۔آغاز میں اس جست کا فاصلہ کم تھا لیکن بعد میں یہ فاصلہ اس قدر بڑھ گیا کہ زندگی میں تسلسل کی خوبصورت دم توڑ گئی۔انسان روایت سے ٹوٹ گیا۔کل سے رشتہ ختم ہو گیا اور فرد کی پہچان ختم ہو گئی۔صبا اکرام اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''بڑھتی ہوئی صنعتی ترقی نے آدمی کے تجربات میں اس قدر تنوع پیدا کیا کہ اس کی یادداشت انہیں اپنی گرفت میں لینے سے ناکام ہو گئی۔لہٰذا ہر آج رفتہ رفتہ اپنے گزرے ہوئے کل سے بچھڑتا گیا اور نتیجے کے طور پر صنعتی معاشرے کا آدمی اپنی پہچان سے دور ہو گیا۔اس کی پہچان کا کھو جانا اور اس کی فردیت کا گم ہو جانا ایک ایسا المیہ ہے جو اس معاشرے کے آدمی کو اندر سے گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے۔''۷

صبا اکرام کی یہ سطور جہاں درد مندی کے احساس کو اجاگر کرتی ہیں وہاں موجودہ دور میں ادب کی بحرانی کیفیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں۔یہ بات اپنے عہد کے سماجی شعور کے بغیر لکھی ہی نہیں جا سکتی۔یہی سماجی شعور آگے چل کر عصری شعور کی بنیاد بنتا ہے۔صبا اکرام جب جدّت زدہ شاعروں کی داخلی بحرانی کیفیت کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے پیش نظر ہمارے وہ سماجی رویے ہیں جو شاعر کے ذہن پر اثر انداز ہو کر اس داخلی بحرانی کیفیت کو پیدا کرنے کے ذمے دار ہیں۔چنانچہ اس ہیجان پرور معاشرے اور غیر متوازن سماجیات کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ فنی شائستگی کے وہ قیمتی اصول گئے وقتوں کا شور معلوم ہوتے ہیں۔

صبا اکرام نے عصرِ رواں کے انسانوں کے مجموعی معاشرتی اور ثقافتی رویوں کے حوالے سے بڑی درد مندی کا اظہار کیا ہے۔وہ معاشرے میں نفوذ کر جانے والے قول و فعل کے تضاد کو دورنگی اور منافقت کہتے ہیں جو ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہے اور قوم کے محسنوں کو ذلیل ورسوا کیا جا رہا ہے۔جلد یا بہ دیر یہ ملت اس کا خمیازہ بھگتے گی۔کیا یہ ایک ملی درد رکھنے والے نقاد کی عصری حسیت کا برملا اظہار نہیں؟ کیا اس کے لفظ لفظ میں اپنے عہد کی منافقت اور ظاہر و باطن کی خباثتوں پر طنز نہیں کیا گیا؟ کیا منافقانہ فضا اور عہد کو بدل دینے کی آرزو کا گہرا رنگ اس تنقید میں موجود نہیں؟ بلاشبہ یہ صبا اکرام کے عصری شعور کی آئینہ داری ہے۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو تنقید میں ایمان داری اور راست گوئی کی اس روایت کے امین صبا اکرام ہیں۔وہ بدلتے ہوئے عصری رویوں کی بھرپور غمازی کرتے ہیں۔مدلل مداحی سے کوسوں دور صبا اکرام کی تنقید جہاں ادب اور ادیب کے ذمہ دارانہ رویے کی متقاضی ہے وہیں وہ ادب سے فلاحِ معاشرت اور عصر حاضر سے حق گوئی کی روایت کا احیاء بھی چاہتی ہے۔یہی ایک زندہ معاشرے کے نبّاض نقاد کی ذمّے داری ہے اور صبا اکرام اپنی اس ذمّے داری سے بخوبی عہدہ برآ ہوئے ہیں۔

جدید اردو افسانے میں علامتی افسانہ پر طویل مباحث موجود ہیں۔اکثر ادیبوں اور ناقدین کا خیال ہے کہ علامت بھی دیگر تکنیکوں کی طرح مغرب کی دین ہے۔علامت اور استعارے کی ضرورت کو پاک وہند دونوں ممالک کے افسانوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔دونوں ممالک کے افسانہ نگاروں نے علاقائی افسانوں کی اردو میں مضبوط بنیاد رکھی۔پاکستان میں انتظار حسین، انور سجاد، مسعود اشعر، محمد منشایاد، رشید امجد، مرزا حامد بیگ، مظہر الاسلام، عرش صدیقی، سمیع آہوجا، ناصر بغدادی وغیرہ نے علامتی اظہار کو رواج بخشا ہے۔صبا اکرام ان تمام علامتی افسانہ نگاروں کی تخلیقات پر باریک تنقیدی نظر رکھتے ہیں۔ان علامتی افسانہ نگاروں پر تنقید کرتے ہوئے صبا اکرام لکھتے ہیں:

> ''پاکستان کے جدید افسانوں میں انتظار حسین واحد کہانی کار تھے جنھوں نے بہ یک وقت داستانی اور علامتی دونوں اسلوب کو اپنائے رکھا۔انتظار حسین کے مقابلے میں انور سجاد نے اسٹائل کے اعتبار سے لوگوں کو چونکا دیا۔انھوں نے ۱۹۶۴ء میں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

''چوراہا'' لکھنے کے بعد فارمولے کی بنیاد پر قائم کرافٹ اسٹوری کو توڑنے کی کامیاب کوشش کی اور اسے اپنے تمام افسانوں میں علامتی اور تجریدی طرز اظہار کو اپنا کر ناقدین سے اپنی علیحدہ حیثیت منوالی۔''۸

تمام دیگر ناقدین کی طرح صبا اکرام اس بات سے کلی طور پر متفق نہیں کہ علامت نگاری مغرب کی دین ہے۔ علامت کا نظام در حقیقت مشرق کا نظام ہے جسے ہم قدیم صوفی شعرا کی شاعری میں دیکھ سکتے ہیں۔ علامتوں کے برتنے میں صبا اکرام افسانہ نگاروں کو جامد اور غیر مبہم علامتیں برتنے کی تلقین کرتے دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ افسانہ نگار کے اس رویے کے خلاف ہیں کہ جہاں وہ قاری کو سوچنے کا موقع فراہم نہیں کرتا اور علامتوں کو خود ہی کھولتا ہے۔ ان کے خیال میں قاری کا تخلیق کی تنقید میں اہم کردار ہے اور اسے اس کردار سے محروم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ علامتی قارئین میں ذہنی طور پر پختگی، بالغ پن اور حساسیت لازم ہے کیونکہ یہی وہ خصوصیات ہیں جو کسی تخلیق کے بارے میں رائے دیتے ہوئے قاری کا توازن برقرار رکھتی ہیں۔ ورنہ قاری کسی بھی لمحے ڈگمگا سکتا ہے۔ اس ضمن میں صبا اکرام رقم طراز ہیں:

''علامتی افسانے کا قاری بہت ذہین اور باشعور ہے اور افسانے میں اس کا جو حصہ ہے اس سے بخوبی واقف بھی ہے۔ لہٰذا وہ چاہتا ہے کہ اس کا وہ حصہ یا وہ حق اس سے چھینا نہ جائے اور افسانے میں اس کے سوچنے کے لیے بھی کچھ مواد چھوڑ دیا جائے مگر اس کے لیے افسانہ نگار کو بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا اور اس کو اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ کہیں اتنا زیادہ مواد بھی نہ رہ جائے کہ قاری کے لیے اُس کو Process کرنا ہی ناممکن ہو جائے۔ اس طرح وہ علامتوں کے بھاری بوجھ تلے دب کر خود کو Over-Taxed محسوس کرنے لگے گا اور ابلاغ کے سارے راستے مسدود ہو جائیں گے۔''۹

صبا اکرام دیگر ناقدین کی طرح صرف افسانہ نگاری پر ہی تنقید نہیں کرتے بل کہ وہ اس ذمہ داری کا بوجھ قاری کے کندھوں پر بھی ڈالتے ہیں کہ قاری کا بھی یہ کردار ہے کہ وہ عصری شعور رکھتا ہو۔ جدید تبدیلیوں سے واقفیت اور فہم رکھتا ہو۔ لکھتے ہیں:

''آج کے قاری کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری پوری طرح نبھائے اور اپنا حق دیانتداری سے ادا کرے۔ افسانہ نگار حالات و واقعات، تجربات و مشاہدات اور اپنے احساسات و وژن کو علامتوں کے ذریعے افسانے میں پیش کر دیتا ہے۔ مگر ان کے سیلاب کے ریلے میں جب بند ٹوٹتے نظر آئیں تو قاری کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے فہم و شعور کا ایسا مضبوط بند باندھے جو معنی کو سیلاب میں بہنے سے روک سکے۔ اگر اس نے ایسا کرنے میں ذرا بھی تساہل برتا تو افسانے میں ابلاغ کی ناکامی کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔''۱۰

علامتی افسانوں میں تکنیکی تجربات کی وجہ سے بعض اوقات ابلاغ کی راہوں میں الجھاؤ ایسا ہوتا ہے کہ قاری اپنی کوشش سے اس کو سلجھا نہیں سکتا مگر اس کو بار بار پڑھنے سے قوت متخیلہ اُسے معنی اور ابلاغ کی دنیا میں پہنچا دیتی ہے۔ اس طرح کے افسانے در حقیقت ''جیمز جوائس' کے ''یولیس'' کی تکنیک میں لکھے گئے ہیں جس میں سر یندر پرکاش اور بلراج مینرا وغیرہ شامل ہیں۔ در حقیقت اردو افسانے کا قاری ڈھائی تین دھائیوں سے حقیقت پسندی اور رومانوی انداز کے تحت سپاٹ زبان میں لکھے گئے ایک جیسے پلاٹ کے افسانے کا عادی تھا جسے اب اپنی سطح کو بلند کرنا ہوگا۔

الغرض صبا اکرام ایک پر اعتماد اور سنجیدہ نقاد ہیں۔ ان کے ہاں تنقید کھرے اور کھوٹے کو الگ کر کے دکھانے کا نام ہے اس تناظر میں وہ اپنی تنقید پیش کرتے وقت راستی اور سچائی کے اصولوں پر آنچ نہیں آنے دیتے۔ وہ اس بات سے پوری طرح آگاہ ہیں کہ دوسرے افراد کی طرح ادیب بھی اسی معاشرے کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ چنانچہ معاشرے میں ہونے والی تبدیلیاں واقعات اور حادثات اس کے ذہن پر دوسرے افراد کی نسبت زیادہ گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذہن میں تہذیبی سطح سماجی عوامل سے ہم آہنگ ہو کر ایک گہرے سماجی شعور کو بیدار کرتی ہے جس میں ایک تخلیق کار اپنی تحریروں کے آئینے میں معاشرے کے بدلتے خدوخال اور افراد کے طرزِ احساس کا مشاہدہ کرتا ہے۔ صبا اکرام نے روایت اور جدت کے امتزاج سے ایک ایسا تنقیدی نقطۂ نظر اپنایا ہے جو توازن اور اعتدال جیسی خوبیاں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ان کی بصیرت، فکر اور انداز استدلال سے انہیں ایک باشعور نقاد بنایا ہے جس کی تنقید کے آئینے میں ہم اپنے معاصر علمی و ادبی شعور کا پوری صراحت کے ساتھ مطالعہ کر سکتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

حوالہ جات:

۱۔وزیر آغا،ڈاکٹر،دیباچہ،مشمولہ:جدید افسانہ چند صورتیں،صبا اکرام،فکشن گروپ آف پاکستان،کراچی،دسمبر ۲۰۰۱ء،ص ۷
۲۔جمیل جالبی،ڈاکٹر،فلیپ،مشمولہ:جدید افسانے چند صورتیں،صبا اکرام،فکشن گروپ آف پاکستان،کراچی:،دسمبر ۲۰۰۱ء
۳۔راشد نور،بازگشت،مشمولہ:نوائے وقت،پیر، ۲۸اپریل، ۲۰۱۴ء
۴۔راشد نور،بازگشت،مشمولہ:نوائے وقت،کراچی،پیر، ۲۱ستمبر،۲۰۱۶ء
۵۔وزیر آغا،ڈاکٹر،دیباچہ،جدید افسانہ۔چند صورتیں،ص ۱۰
۶۔صبا اکرام،جدید افسانہ اور کھوئی ہوئی پہچان،مشمولہ:جدید افسانہ چند صورتیں،فکشن گروپ آف پاکستان،کراچی، ۲۰۰۱ء،ص ۵۲
۷۔ایضاً،ص ۵۳
۸۔صبا اکرام،جدید افسانے کی کہانی،مشمولہ:جدید افسانہ چند صورتیں،ص ۱۶،۱۵
۹۔صبا اکرام،علامتی افسانے میں ابلاغ کی صورتیں،مشمولہ:جدید افسانہ چند صورتیں،ص ۱۰۱
۱۰۔ایضاً،ص ۱۰۱